تلخیص و ترجمہ ـــــــ از ـــــــ مولانا خالد کمال مبارکپوری

بحری بیڑوں کی تاریخ میں بعض واقعات ایسے بھی ملتے ہیں جو اسلامی بحری بیڑوں کے کارناموں کو ہمیشہ تاریخ کے سینہ میں محفوظ رکھنے کی بالکلیہ صلاحیت رکھتے ہیں، بحری جنگ میں مسلمانوں کی ترقی اور بحری بیڑوں کی صنعت میں مسلمانوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ لافانی ہیں بلکہ انھوں نے اپنے دور میں بحر ابیض کے جملہ جزائر اور اسکے بڑے بڑے ساحلی علاقوں پر اپنا علم فتح و کامرانی بھی نصب کر دیا۔

مسلمانوں سے قبل بحری بیڑہ میں ترقی اور صنعت کاری کا سہرا رومیوں کے سر تھا لیکن انھوں نے جب اپنے چھوٹے چھوٹے بحری بیڑوں کے ذریعہ روم کے بڑے بڑے بحری بیڑوں کو شکست دینی شروع کی، اسکندر کے ساحلی علاقوں میں لنگر انداز رومی بیڑوں کو نیست و نابود کر کے رومیوں سے بحری بیڑہ سازی و صنعت کاری کا سہرا چھین کر اپنے سر ڈال لیا۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی سے اس مہم کا آغاز شروع کر دیا اور چند سالوں میں بحر متوسط کو خالص عربی اور اسلامی علاقہ بنا دیا۔

پہلی صدی ہجری ختم ہونے سے پہلے ہی اسلامی نومولود جنگی بیڑے ساحل مصر و شام سے روانہ ہو کر جزیرہ قبرص، جزیرہ روڈس اور جزیرہ کریت کے لئے روانہ ہونے لگے۔ اور قسطنطنیہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے حرکت میں آ چکے تھے۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں شام میں موجود جنگی بیڑوں کی تعداد سترہ سو (۱۷۰۰) تک پہونچ گئی تھی۔ امیر معاویہ ان بیڑوں کو لے کر خود کئی مہم میں شریک ہوئے تھے۔

سنہ ۱۲۲ھ / ۷۴۰ء میں اسلامی جنگی بیڑوں کا ایک دستہ حبیب بن ابی عبیدہ کی قیادت میں پہلی مرتبہ سسلی کی مہم پر روانہ ہوا تھا لیکن افریقہ کی بغاوت نے اس دستہ کو واپس کرنے پر مجبور کر دیا اور انھوں نے بغاوت فرو کرنے کے لئے افریقہ کا رخ کیا۔

اس جزیرہ کی حقیقی فتح سنہ ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء میں اس وقت ہوئی جب حکمران اغالبہ نے اسد بن فرات کو فوج دے کر بحری جنگ کے لئے سسلی کی طرف روانہ کیا۔ اسد بن فرات کو اس غزوہ میں شہادت نصیب ہوئی اور وہ سرقوسہ کے حصار میں جزیرہ سسلی کے مشرقی ساحل پر ستر برس کی عمر میں جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کی شہادت کے بعد اصبغ نے امیر البحر کے فرائض انجام دیے۔ اور اس جزیرہ کو پورے طور پر اسلامی حکومت کے زیر نگیں کیا۔ یہ جزیرہ تین سو برس تک اسلامی سلطنت کے تابع رہا۔ پھر سنہ ۴۳۴ھ / ۱۱۲۳ء میں نورمنڈیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

اسلامی جنگی بیڑوں نے سنہ ۲۰۵ھ / ۸۲۰ء میں اسپینی ساحل کے قریب بلیار نامی ایک جزیرہ پر حملہ کیا اس کے بعد جزیرہ مالٹا اور قورسقہ کو بھی فتح کیا اور جزیرہ سردینیہ نے ان کی قیادت و سیادت کا اقرار کر کے ان سے صلح کر لی۔

ان جزیروں کے غزوات کبھی تو اسلامی حکومت کے بنے بنائے پروگرام کے ماتحت ہوتے تھے اور کبھی ایسے مسلمان فوجیوں کے ذریعہ ہوتے تھے جن کا کسی حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا وہ خود سیاہ و سفید کے مالک ہوا کرتے تھے اور جب چاہتے جہاں چاہتے حملہ کیا کرتے تھے۔ اس کی مثال میں ہم جزیرہ کریت کے غزوہ کو پیش کر سکتے ہیں جس کی قیادت ابو حفص عمر بلوطی کر رہا تھا۔ اس کے پاس پندرہ ہزار وہ اندلسی مہاجر مسلمان تھے جو قرطبہ سے نکال دئے گئے اور اسکندریہ کے ارادہ سے قرطبہ کے ساحل سے چلے اسکندریہ میں چند سال گذار کر انھوں نے پھر از سر نو ہجرت شروع کی اور سنہ ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء میں چالیس بحری بیڑہ کے ساتھ جزیرہ کریت کا رخ کیا وہاں ان کو فتح ہوئی۔ اور انھوں نے خندق نام کا ایک شہر آباد کیا جو آج بھی کندیا کی بگڑی ہوئی شکل میں اس جزیرہ میں موجود ہے یہ رومی شہنشاہ میخائیل نامی کے عہد کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد بھی اس جزیرہ میں مسلمان فوجیوں اور بیزنطیوں کے درمیان کئی معرکے ہوئے لیکن ہر ایک میں کامیابی مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ چنانچہ انھوں نے وہاں ایک علیحدہ اسلامی حکومت قائم کی۔ پھر سنہ ۳۵۰ھ / ۹۶۱ء میں امیر عبدالعزیز کے عہد میں رومی شہنشاہوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور امیر عبدالعزیز کو گرفتار کر کے قسطنطنیہ لے گئے جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔

اس جزیرہ میں شکست کے بعد مجاہدین کی ہمت پست نہیں ہوئی بلکہ انھوں نے جنگی سرگرمی اور تیز کر دی جس کے نتیجہ میں ان کے بحری بیڑے جنوبی یورپ کی طرف بڑھنے لگے ان بحری جنگوں میں شرکت ہر مسلمان کی دلی تمنا تھی لوگ بھی

ان بحری مجاہدین کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے دعائیں کراتے تھے

مورخین کی تصریح کے مطابق جنوبی یورپ کے جزائر پر مسلمانوں کی فوج ۱۰۲ھ میں اس وقت داخل ہوئی جب امیر افریقہ ... بن ... نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ان جزائر کا رخ کیا ۲۲۱ھ میں مسلمان مجاہدین ... کے اندر ... کے ساحلی علاقوں پر حملہ کر دیا اور ... کو فتح کر دیا جو جزیرہ ... کو فتح کیا جہاں چالیس برس مجاہدین کا قبضہ رہا پھر ... پر قبضہ کیا ... ۲۸ برس تک ... کی حکومت رہی ان جزیروں کے علاوہ ... پر بھی مسلمان مجاہدین نے حملہ کیا اور ایک مدت تک وہاں کے حکمراں رہے۔

سنہ ۲۳۱ھ میں سسلی کے امیر ابو الفضل بن جعفر نے ایک بحری جنگی فوج روم پر چڑھائی کے لئے روانہ کی جس نے تقریباً ایک سال اس کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا لیکن پھر مجبوراً یہ فوج واپس چلی گئی اور سنہ ۲۵۶ھ میں دوبارہ پوری تیاری کے ساتھ روم پر حملہ کیا گیا اور اس کامیاب حملہ میں اس کے شہر کا محاصرہ کیا گیا محاصرہ سے تنگ آکر بابا یوحنا ثامن نے مسلمانوں کے سامنے صلح کی درخواست پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ مسلمان مجاہدین یہ علاقہ خالی کر دیں، اور سالانہ پچیس ۲۵ ہزار مثقال سونا بطور جزیہ قبول کریں۔

اٹلی کے بعض ساحلی قلعوں میں مجاہدین نے اپنی علیحدہ حکومت قائم کی ان میں مشہور امارتیں باری اور جنوہ تھیں باری کا موسس مفرج بن سلام تھا جو سنہ ۲۲۷ھ میں جزیرہ کریٹ سے باری آیا تھا۔ اس نے باری اور اس کے ارد گرد کے چوبیس ۲۴ قلعے فتح کئے دوران تمام قلعوں کو اپنی امارت و سلطنت کے تابع کر لیا یہاں ایک جامع مسجد بھی بنائی تھی۔ سنہ ۲۵۷ھ کے بعد یہاں سے مسلمانوں کو رخصت ہونا پڑا۔

جنوہ کی امارت سنہ ۲۹۹ھ میں قائم ہوئی اس امارت کی حد دریائے جلیانو کے ساحلی شہروں تک پھیلی ہوئی تھی سنہ ۳۰۱ھ/۹۱۵ء میں فرانسیسی حکمراں پولس نے اسے واپس کر لیا۔

اسی طرح مسلمانوں کے جنگی بیڑے بحر ادریاتک پر پورے طور پر قابض تھے۔ اور اس کے قرب و جوار کے بڑے بڑے قلعے اور جزائر نویں صدی عیسوی کے آخر تک مسلمانوں کے تابع ہو گئے تھے۔

جب مسلمانوں نے اٹلی کے بعض ساحلی علاقوں کو فتح کر لیا تو بحری بیڑوں کا ایک دستہ فرانس کے ساحلی علاقوں کی طرف بڑھا جس کی موافقت میں اندلس اور مغرب کے بحری بیڑے بھی شریک غزوہ ہوئے۔ مجاہدین نے سنہ ۲۷۷ھ/۸۹۰ء میں ان علاقوں کو فتح کر کے اقلیم بروفانس میں طولون اور مرسیلیا کے قریب اقامت اختیار کی مسلمانوں کی فتح مندی کا ... تھا کہ فرانسیسی حکام نے اپنے ہوش و حواس درست کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کا اقرار و اعتراف کر لیا۔ چنانچہ مسلمان فاتحین .... فراکسینیتم کے علاقہ میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور اپنی جنگی سرگرمی کو جاری رکھتے ہوئے تھوڑے ہی دنوں میں فرانس

تک اپنی فتح کا جھنڈا نصب کر دیا۔

مسلمان مجاہدین کی جنگی سرگرمی و کامرانی دیکھ کر اٹلی کے بادشاہ ہوجو اور رومی شہنشاہ "رومانوس لیکا بنوس" نے مل کر مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کیا اور سرزمین فرانس اور اٹلی سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے تن من کی بازی لگا دی۔ ان کی تمام تدابیر ناکام ہوئیں اور ان کا یہ محاذ ناکام ہو کر شکست میں بدل گیا البتہ اسکے بعد ۳۶۵ھ/ ۹۷۵ء میں جرمنی شہنشاہ اوتو نے مسلمانوں کو ان علاقوں سے نکالنے کی مہم چلائی اور وہ اپنی مہم میں کامیاب ہوا لیکن مسلمان ان علاقوں سے بالکل ختم نہ ہوئے بلکہ جبال الپ کے علاقہ میں تعمیر کردہ قلعوں میں تقریباً دسویں صدی عیسوی کے آخر تک رہے۔

عرب مسلمانوں نے اٹلی و فرانس میں اپنے بہت آثار خالدہ چھوڑے ہیں جو وہاں کی زندگی کے ایک جزو بن چکے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے عوام کے لہجے اور شہروں کے نام اسلامی تہذیب کے آئینہ دار ہیں۔ آج بھی اٹلی و فرانس بلکہ یورپ کے بھی بہت شہر اسلامی نام رکھتے ہیں۔

مشہور مستشرق جیبری نے اپنی ایک ثقافتی کتاب "مسلمانوں کا جغرافیائی تاریخی لغوی ادب" میں بہت سے ایسے آثار شمار کرائے ہیں جو سسلی اور جنوب اٹلی میں آج بھی پائے جاتے ہیں۔ اسنے نابلی میں پائی جانے والی مسلمانوں کی تبرزل کے متعلق بھی لکھا ہے۔ جن کی شہادت ان نو بیتوں سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ شعر

وكيف يلذ العيش من هو سائر
الى حدث يبلى الشباب منازله
ويذهب رسم الوجه من بعد ضوئه
سريعا ويبلى جسمه ومفاصله

اسی طرح ایک اور مستشرق عالم "جوستاف بولون" نے اپنی کتاب "عربی تہذیب" میں پندرہ عربی بحری اصطلاحوں کا ذکر کیا ہے جنہیں اٹلی و فرانس کے ساحلی علاقہ والے باشندے آج بھی استعمال کرتے ہیں۔ ایک اور مستشرق "رینالدی" بھی اسی قسم کی عربی ثقافتی آثار کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جنوہ" کے باشندے ایک بڑی تعداد میں عربی الفاظ استعمال کرتے ہیں جن میں سے اکثر الفاظ اوزان و پیمائش اور بحری اصطلاحات سے متعلق ہیں۔

جب اسلامی حکومتیں عائلی اور قبائلی تنگ نظری کے سبب چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں منقسم ہونے لگیں اور دوسرے شعبوں کی طرح بحری فوج کے شعبہ میں بھی کمزوری پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ مدت سے منتظر بیٹھے ہوئے یورپی اقوام مسلمانوں کی بچی ہوئی بحری فوج کو نگل جائیں کہ اسلامی بحری فوجوں میں دوبارہ جوش پیدا ہوا جسکی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں کی حکومتوں کے منقسم ہو کر چھوٹے چھوٹے حصوں میں بٹ جانے کا غلط اندازہ لگا کر اسپینی اور پرتگالی بحری فوج

افریقہ کی اسلامی حکومت کی جانب بڑھی جسے دیکھ کر مسلمان مجاہدین ایک بحری فوج ترتیب دی اور اپنی گذشتہ شان و شوکت کو واپس لائے یہ آزادی بحری فوج جس کا کسی اسلامی حکومت سے کوئی تعلق نہیں تھا محض غیرت و حمیت نے انھیں میدان میں نکالا تھا بحر ابیض اور اس کے جزائر و قلعہ جات اور یورپی جزائر میں میدان جہاد گرم کیا اور دشمنوں کے بحری بیڑوں کو مار بھگایا۔

ایک اور واقعہ اس درمیانی میں پیش آیا کہ فیلپ ثالث سنہ ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۹ء کے زمانہ میں اسپینیوں نے عرب نژاد باشندوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنی قومیت و دین بدل ڈالیں۔ اس پر بھی انھیں چین نہ آیا تو بڑے بڑے جہازوں میں بھر کر مغربی... ساحلوں پر عرب باشندوں کو لے جا کر چھوڑ دیا ان عرب اسپینی باشندوں نے جب اسپینیوں کا سلوک دیکھا تو ان سے متنفر ہو کر اپنی اصل قومیت و مذہب پر آ گئے اور عرب مسلمان بن کر انھوں نے اپنی الگ آزاد بحری فوج تیار کی اور چونکہ یہ فوج ان ہی لوگوں پر مشتمل تھی جو اسپین کے ستم دیدہ تھے۔ لہذا انھوں نے اسپین پر انتقامی حملہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں قیدی و مال غنیمت دونوں ان کے ہاتھ لگتے۔ ان نکالے ہوئے مجاہدین میں امیر البحر کی حیثیت سے ”رئیس بلانکیو، رئیس مراد کبیر جوادیانو اور رئیس احمد ابو علی“ زیادہ مشہور ہیں۔

ان آزاد بحری مجاہدین پر جب یورپی بحری بیڑے حملہ کرتے تو یہ بڑی سختی سے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا کرتے تھے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ اس زمانہ کی اسلامی حکومتیں چوری چھپے ان کی مدد بھی کر دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں جب قبرص بیڑے مصر کے ساحلی علاقوں پر حملہ کرنے لگے تو اسکندریہ سے آزاد بحری مجاہدین کا ایک فوجی دستہ اسکندریہ سے قبرص کی جانب روانہ ہوا اور سنہ ۸۲۸ھ / ۱۴۲۵ء میں ہزاروں قیدیوں کو گرفتار کر کے واپس ہوا۔ ان قیدیوں میں قبرص کا بادشاہ ”جانوس“ بھی تھا جسے یورپیوں کی خوشامد اور تین لاکھ دینار فدیہ کے بدلے رہا کیا ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ سالانہ بتیس ہزار دینار جزیہ ملنا چاہیئے۔ عثمانیوں کے مصر پر حملہ کرنے سے پہلے تک یہ جزیہ مسلمانوں کو برابر ملتا رہا۔

ان جزائری ساحلوں کے آزاد بحری دستوں کے حملے دن بدن بڑھتے گئے حتی کہ یہ اٹلی اور فرانس کے ساحلی علاقوں تک پہونچ بھی گئے۔ اور ان کی وجہ سے فرانسیسیوں کو سنہ ۱۶۲۹ء و سنہ ۱۶۳۴ء کے درمیان جو نقصانات اٹھانے پڑے ان کا اندازہ سینتالیس لاکھ پچاس ہزار جنیہ کے لگ بھگ ہے۔ اسی طرح سنہ ۱۶۱۳ء و سنہ ۱۶۲۱ء کے درمیان مسلمان مجاہدین جو بحری جہاز دشمنوں سے چھینے ان کی نو سو چھتیس ۹۳۶ تک تعداد پہونچتی ہے اور سنہ ۱۶۰۷ء میں صرف فرانسیسی قیدیوں کی تعداد تین ہزار تک پہونچ گئی تھی۔

اسلامی بحری مجاہدین کی اس آزاد جماعت نے یورپ کی بڑی بڑی حکومتوں کو باقاعدہ سالانہ جزیہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا یعنی کہ اس شرط کو مانے بغیر ان کا کوئی جہاز ان کے علاقوں سے سلامتی کے ساتھ نہیں گذر سکتا تھا مندرجہ ذیل یورپی ممالک سالانہ جزیہ حسب ذیل رقم کے ساتھ مسلمانوں کو پابندی وقت کے ساتھ

ادا کیا کرتے تھے۔

	نام	نقد	بشکل ہدایا آلات حرب وغیرہ
۱	انگلینڈ	۶۰۰ جنیہ انگریزی	۔
۲	ہالینڈ	۶۰۰ لیرہ فرانسیسی	۔
۳	سرڈینیا	۴۰۰۰ ـ	۔
۴	پرتگال	۲۴۰۰۰ قرش اسپینی	۲۰۰۰۰ قرش اسپینی
۵	سویڈن	۱۰۰۰۰ ـ	۴۰۰۰ ـ
۶	ناروے	۱۰۰۰۰ ـ	۴۰۰۰ ـ
۷	ڈنمارک	۱۰۰۰۰ ـ	۴۰۰۰ ـ
۸	ولایات متحدہ امریکہ	۱۰۰۰۰ ڈالر	۴۰۰۰ ڈالر

ان ملکوں کے علاوہ فرانس اور اسپین بھی جزیہ دیا کرتے تھے لیکن ان کے جزیے دو طرح کے ہوا کرتے تھے۔ ایک متعین نقد دوسرا غیر متعین ہدیہ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مذکورہ بالا ممالک میں سے بعض ملک ان قسطوں اور ہدیوں کے علاوہ بھی دوسرے جنگی اور بحری سامان دیا کرتے تھے۔ خصوصاً سلطان سیدی محمد کے زمانہ میں جو ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء سے ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹ء تک مغرب کا حکمراں رہا اس کے عہد میں اسلامی بحری بیڑے کی شان دوبارہ عود کر آئی تھی یہ سلطان بنفس نفیس اسلامی قلعوں کی دیکھ بھال کرتا اور شہروں میں جہاں ضرورت ہوتی قلعے تعمیر کراتا تھا۔ نیز انگلینڈ، سویڈن، اور ڈنمارک سے نئے نئے جہاز اور آلات حرب خریدتا تھا۔ چنانچہ اس کے زمانہ میں ۲۰ بڑے جہاز اور ۳۰ چھوٹے بحری بیڑے موجود تھے۔ اور بحری فوج کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان کے علاوہ ایک ہزار جنگی فوج تھی اور امیر البحر کی تعداد ۶۰ تھی اس زمانہ کے چند مشہور امیر البحر حسب ذیل تھے۔

۱۔ رئیس مراد مغربی یہ عظیم مجاہد شہر فاس میں پیدا ہوا جب اسکی بہادری اور بحری جنگی صلاحیت اقصائے عالم میں پھیل گئی تو عثمانیوں نے اسے اپنے پاس بلا کر بحر احمر کے فوجی بیڑے کا امیر البحر مقرر کیا اسکی جنگی سرگرمیاں ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھیں ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء میں اسکا انتقال ہوا اور جزیرہ رودس کے پرانے قلعہ کی دیوار کے نیچے دفن کیا گیا اور اس کے مقبرے پر ایک چھوٹی سی شاندار مسجد تعمیر کی گئی۔

۲۔ رئیس ابوالحسن علی مارتیل رباطی جو لنگر عرائش کے ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۵ء والے حملے میں مغلوب ہو کر مجبوراً فرانسیسی بیڑے میں شامل ہو گیا تھا یہ وہ بحری بیڑوں میں سے گیارہ بحری بیڑے اس کے سبب برباد ہوئے۔

۳۔ رئیس [illegible]

یورپ کے چند ساحلی کامیاب حملوں کے سبب اپنے پاس بلایا تھا۔ ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵ء میں جبل طارق کے قریب الجزائر بیڑے کی قیادت
کرتے ہوئے امریکی بحری بیڑے کے مقابلہ میں شہید ہوگیا، جس کی قیادت ایک امریکی کپتان ،، ڈیکاتور ،، کر رہا تھا۔
یہ بحری بیڑے مصر کے اسلامی بحری جنگ کی اختتامی یادگار شمار کئے جاتے ہیں۔